بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة الانعام

(۲)

(گذشتہ سے پیوستہ)

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قُرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا
إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿۷۷﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا
لَلْقُضَى الْأَمْرُ لَكُمْ لَا يُنظَرُونَ ﴿۷۸﴾ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا

تم پر (اے پیغمبر)، اگر ہم کوئی ایسی کتاب اتار دیتے جو کاغذ پر لکھی ہوئی ہوتی اور یہ اس کو اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ بھی لیتے، تب بھی یہ منکرین یہی کہتے کہ یہ کھلے ہوئے جادو کے سوا کچھ نہیں ہے۔

کہتے ہیں کہ اس نبی پر (علانیہ) کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ (یہ احمق نہیں سمجھتے کہ) اگر ہم نے کوئی فرشتہ اتار دیا ہوتا تو اب تک فیصلہ ہو جاتا، پھر ان کو کوئی مہلت نہ ملتی۔ اور (نہیں سمجھتے کہ) اگر ہم کوئی

۵۔ یہاں سے آگے ان اعتراضات اور مطالبات کا جواب دیا ہے جو منکرین اپنے اعتراض کے لیے بہانے کے

طور پر پیش کر رہے تھے۔

۹۔ یعنی اعتراض کا سبب چونکہ وہ نہیں جو بیان کر رہے ہیں، بلکہ یہ ہے کہ اپنی خواہشوں کے خلاف کوئی بات ماننا

نہیں چاہتے، اس لیے ان کا یہ مطالبہ پورا بھی کر دیا جائے تو اسی طرح کی باتیں کریں گے۔ یاد رہے کہ یہ اسی

مطالبے کا جواب ہے جو اہل کتاب کی زبان سے سورہ نساء (۴) کی آیت ۱۵۴ میں نقل ہو چکا ہے۔

عَلَيْهِمْ مَا يَلْبَسُونَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْ بِرَسُولٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ
سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿١٠﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ
انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ﴿١١﴾

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلْ لِلَّهِ كَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ
لِيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا

فرشتہ بنا کر بھیجتے تو اُسے بھی انسان کی صورت ہی میں بھیجتے^{۱۱}۔ اور (اس طرح) ان کو اسی شبے میں ڈال
دیتے جس میں یہ اب پڑے ہوئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تم سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو
اُن کے مخاطبین میں سے مذاق اڑانے والوں کو اسی چیز نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ ان
سے کہو، ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا ہے۔ ۷-۱۱

ان سے پوچھو، زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ کہہ دو، اللہ ہی کا ہے۔ اُس نے اپنے
اوپر رحمت لازم کر رکھی ہے۔ وہ تم سب کو جمع کر کے ضرور روز قیامت کی طرف لے جائے گا جس میں

۱۰ یہ اس سنت الہی کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا علم و عقل اور ارادہ و اختیار کے امتحان کے لیے بنائی گئی ہے۔ جب
پردے اٹھا دیے جائیں گے اور لوگ حقائق کو پچھتم سردیکھ لیں گے تو کسی کا ایمان اُس کے لیے نافع نہ ہوگا۔ ایمان وہی
معتبر ہے جو غیب میں رہتے ہوئے اور عقل و فطرت کے اُن دلائل کی بنیاد پر لایا جائے جس کی دعوت انبیاء علیہم السلام
نے دی ہے۔

۱۱ اس لیے کہ انسان اُسے انسانوں کی شکل ہی میں دیکھ سکتے اور اُس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔

۱۲ شبے میں ڈالنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی ہے۔ یہ اُس ضابطے اور قانون کی نسبت ہے جو اللہ تعالیٰ
نے لوگوں کی ہدایت و ضلالت کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔

۱۳ یہ صرف اجمالی اشارہ ہے۔ اس کی تفصیل آگے سورہ اعراف (۷) میں آئے گی۔

۱۴ سوال کے بعد مخاطب کی طرف سے جواب کا انتظار کیے بغیر خود ہی جواب دینے کا یہ اسلوب اُس وقت
اختیار کیا جاتا ہے، جب مخاطب کے لیے انکار کی گنجائش نہیں ہوتی اور سوال سے مقصود بھی اصلاً اُس کے کسی مسلمہ کی

يَوْمُنُونَ ﴿١٢﴾ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٣﴾
 قُلْ أَعْيَرَ اللَّهُ اتَّخَذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ

کوئی شبہ نہیں!۔ اس کو وہی لوگ نہیں مانتے جنہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کر لیا ہے۔ (حقیقت یہ ہے کہ) جو کچھ رات میں ٹھہر جاتا اور دن میں (متحرک ہوتا ہے)، وہ اُسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ سمیع و علیم ہے۔ ۱۲-۱۳

کہہ دو، اللہ کے سوا کیا میں کسی اور کو اپنا کارساز بنا لوں جو زمین و آسمان کا خالق ہے اور کھاتا نہیں

طرف توجہ دلانا ہوتا ہے۔

۱۵ یعنی صفت رحمت سے کمال درجہ متصف ہے، لہذا نبی اس صفت کے تقاضے بھی لازم پورے کرے گا۔
 ۱۶ اصل الفاظ ہیں: لِكَيْ جَمَعْنَاكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ - ان میں الیٰ کا صلہ دلیل ہے کہ یہاں کوئی لفظ ہانکنے اور لے جانے کے معنی میں محذوف ہے۔ استاذ امام امین احسن اہلحکمی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے:

”...قیامت کا آنا خدا کی صفت رحمت کا لازمی تقاضا ہے۔ اگر قیامت نہ آئے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کائنات کا خالق رحمان و رحیم نہیں ہے۔ اُس کے نزدیک، نعوذ باللہ، عدل و ظلم، نیکی اور بدی، خیر اور شر دونوں یکساں ہیں۔ یہ ایک کھلنڈرے کا کھیل اور ایک اندھیر نگری ہے۔ یہ باتیں چونکہ بالبداہت باطل ہیں، رحمان و رحیم خدا کی شان کے بالکل منافی ہے کہ وہ کوئی بے غایت و بے مقصد کام کرے، اس وجہ سے لازمی ہے کہ ایک ایسا دن وہ لائے جس میں اُس کی رحمت کامل کا ظہور ہو، اپنے نیک بندوں کو وہ اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے اور جو بدکار و ناکار ہیں، وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچیں۔“ (تدبر قرآن ۲۷/۳)

۱۷ اس مضمون کی وضاحت آگے آیت ۳۱ میں فرمادی ہے کہ قیامت کے دن یہ خسارے میں مبتلا لوگ کس طرح حسرت سے اپنے سر پٹھیں گے اور گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے کس بے بسی کے ساتھ جہنم کی طرف دھکیل دیے جائیں گے۔

۱۸ اصل الفاظ ہیں: لَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ - 'سَكَنَ' کے بالمقابل 'ماتحرك' یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ یہاں عربیت کے اسلوب پر حذف کر دیا ہے۔ ہم نے ترجمے میں اُسے کھول دیا ہے۔

۱۹ مطلب یہ ہے کہ خدا کی قدرت سب کو محیط اور اُس کا علم سب کو حاوی ہے۔ شب و روز میں کوئی چیز اُس کے

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٣﴾ قُلْ
إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ مَنْ يُصِرْفِ عَنْهُ
يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿١٦﴾

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ

کھلاتا ہے؟ کہہ دو، مجھے تو حکم ملا ہے کہ سب سے پہلے میں اُس کے سامنے سراطعت جھکا دوں اور
(تاکید کی گئی ہے کہ) تم ہرگز مشرکوں میں شامل نہ ہو۔ کہہ دو کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی
کروں تو ڈرتا ہوں کہ ایک ہولناک دن کے عذاب سے دوچار ہو جاؤں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو اُس
دن عذاب سے دور رکھا گیا، وہی ہے جس پر خدا نے رحم فرمایا اور یہی کھلی کامیابی ہے۔ ۱۶-۱۳

(یقین رکھو کہ) اگر اللہ تمہیں کسی رنج میں مبتلا کر دے تو اُس کے سوا کوئی نہیں جو اُسے دور کر سکے

حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی۔ وہ جب چاہے گا، ہر جگہ سے صوبہ کو بلائے گا اور اپنے حضور میں اکٹھا کر لے گا۔

۲۰ یہ اور پرکی بات کا لازمی نتیجہ بھی ہے اور مشرکین پر ایک نہایت لطیف تعریض بھی۔ مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان
کے خالق اور پوری کائنات کے رازق کو چھوڑ دوں اور تمہارے اُن بتوں کو معبود بنا لوں جو اپنے وجود کے لیے بھی تمہارے
محتاج ہیں اور اُن کے سامنے تم حلوے مانڈے پیش کرتے ہو تو راضی اور آسودہ ہوتے ہیں؟ استاذ امام لکھتے ہیں:

”... یہاں یہ امر پیش نظر رہے کہ مشرکین اپنے بتوں کے آگے جو کچھ پیش کرتے ہیں، اس تصور کے ساتھ پیش
کرتے ہیں کہ یہ اُن کی پسندیدہ اور مرغوب غذائیں ہیں جن کو وہ نوش کرتے اور جن کی خوشبو سے محظوظ ہوتے
ہیں۔ برعکس اس کے ایک خدا پرست خدا کے نام پر جو کچھ پیش کرتا ہے، اُس کا کوئی حصہ، جیسا کہ قرآن میں تصریح
ہے، خدا کو نہیں پہنچتا، بلکہ سب کا سب خدا کے حق دار بندوں کو پہنچتا ہے۔“ (تذکرہ قرآن ۲۹/۳)

۲۱ یعنی تم شرک کرتے ہو تو کرو، اس کی ذمہ داری تم پر ہے۔ مجھے تو اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ خدا کے سامنے
سرنگوں رہوں اور کسی کو اُس کا شریک نہ ٹھیراؤں۔ اس مضمون کے لیے اصل میں ’لَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ‘ کے
الفاظ آئے ہیں۔ ان میں تاکید کے ساتھ ایک نوعیت کا زجر بھی ہے، لیکن اس کا رخ اُنھی لوگوں کی طرف ہے جن کا
رویہ زیر بحث ہے۔

۲۲ اس میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ جو لوگ اس کامیابی کو بھولے ہوئے ہیں، اُس دن انہیں اندازہ ہو جائے گا

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٤٧﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿١٤٨﴾
 قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا
 الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ أَتَيْنَكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً أُخْرَىٰ قُلْ
 لَأَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿١٤٩﴾

الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ الَّذِينَ خَسِرُوا

اور اگر بھلائی سے بہرہ مند کرے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔^{۲۳} اپنے بندوں پر وہ ہر لحاظ سے حاوی ہے اور حکیم و خبیر ہے۔ ان سے پوچھو، کس کی گواہی سب سے بڑھ کر ہے؟ کہہ دو، اللہ، وہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن اس لیے وحی کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تمہیں خبردار کر دوں اور انہیں بھی جنہیں پہنچے۔^{۲۴} کیا تم اس بات کے گواہ بنتے ہو کہ خدا کے سوا کچھ دوسرے معبود بھی ہیں؟ کہہ دو، میں اس کی گواہی نہیں دے سکتا۔ کہہ دو وہ ایک ہی معبود ہے اور میں ان سے بری ہوں جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو ۱۷۱-۱۹

جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے، وہ اس (قرآن) کو پہچانتے ہیں، جس طرح اپنے بیٹوں کو

کہ کس بدبختی اور محرومی کا سامان کر کے دنیا سے آئے ہیں۔

۲۳ یہ اوپر والی بات کی توضیح مزید ہے کہ جب نفع و ضرر سب خدا کے اختیار میں ہے تو کسی دوسرے کو مولیٰ و مرجع کیوں بنایا جائے؟ اور اس کے حضور میں دعا و مناجات کے لیے ہاتھ کیوں اٹھائے جائیں؟

۲۴ لہذا یہ نہیں ہو سکتا کہ دنیا کو کسی انجام اور غایت تک پہنچانے بغیر چھوڑ دے۔ اس کے علم و حکمت کا تقاضا ہے کہ ایک روز جزا برپا ہو جس میں حق و باطل کے فیصلے کیے جائیں۔

۲۵ یہ وہی بات ہے جو سورہ فرقان (۲۵) آیت ۱ میں لِيَكُونَنَّ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ اس سے واضح ہے کہ قرآن روز قیامت تک ذریعہ انذار ہے۔ علما جب اس کی دعوت لے کر اٹھیں تو انہیں اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے اسی کو ذریعہ انذار بنانا چاہیے۔ خدا کی معرفت اور عقبہ شناسی کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے جو لوگوں کو پیدا کر سکے۔

أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢١﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا آيِنَ شُرَكَائِكُمْ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فَتَنَّهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿٢٣﴾ أَنْظِرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَيَّ أَنْفُسِهِمْ

پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے، البتہ اپنے آپ کو خسارے میں ڈال رکھا ہے، وہ اسے نہیں مانتے (اور شرک پر اصرار کرتے ہیں، دریاں حالیکہ) اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اُس کی آیتوں کو جھٹلا دے؟ یقیناً ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔ (اس لیے) اُس دن کو یاد رکھو جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے، اِس کے بعد ان مشرکوں سے پوچھیں گے کہ تمہارے ٹھیرائے ہوئے شریک کہاں ہیں جنہیں تم (خدا کا ساجھی) گمان کرتے تھے؟ پھر ان کا فریب ختم ہو جائے گا، مگر کہیں گے: اللہ، ہمارے پروردگار کی قسم، ہم مشرک نہیں تھے۔ دیکھو، ان (ظالموں) نے کس طرح

۲۶۔ اوپر قرآن کا ذکر جس مقصد سے ہوا ہے، اُس کی توثیق مزید کے لیے یہ صالحین اہل کتاب کی گواہی پیش کی ہے۔ فرمایا ہے کہ قرآن کے انذار پر ایمان لانے سے وہی محروم ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو گھائٹے میں ڈال رکھا ہے، ورنہ صالحین اہل کتاب تو اُس کو اور اُس کے پیش کردہ حقائق کو اپنے صحیفوں کی روشنی میں اُسی طرح جانتے، پہچانتے اور اُن کا خیر مقدم کرتے ہیں، جس طرح ایک مجبور باپ اپنے یوسف گم گشتہ کو پہچانتا ہے اور اُس کے پیرہن کی خوشبو دور ہی سے محسوس کر لیتا ہے۔

۲۷۔ اصل الفاظ ہیں: وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا۔ اور پر جن گروہوں کا ذکر ہوا ہے، لفظ جَمِيعًا کی تاکید نے اُن سب کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے، خواہ وہ خدا کے شریک ٹھیرانے والے ہوں، قیامت کا انکار کرنے والے ہوں یا آیات الہی کی تکذیب کرنے والے۔ یہ سب اگرچہ مشرکین تھے، مگر قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ وجوہ تکذیب میں کسی حد تک الگ الگ بھی تھے۔

۲۸۔ اصل میں لفظ فتنۃ آیا ہے۔ اِس کی اضافت فاعل کی طرف ہے، جملے میں استثناء منقطع ہے اور انداز کلام طنزیہ ہے۔ یعنی جس طرح کے فریب دنیا میں دیتے رہے، اُس کی گنجائش ختم ہو جائے گی۔ ہاں، کچھ کر سکیں گے تو یہی کہ

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يُفْتَرُونَ ﴿٢٢﴾

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي
إِذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِنْ يَرَوْا كَلِمًا آيَةً لَا يُؤْمِنُوا بِهَا حَتَّى إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ

خود اپنے اوپر جھوٹ بولا ہے اور جو افتراء یہ کرتے رہے، وہ سارا ہوا ہو گیا ہے۔ ۲۰-۲۴

ان میں ایسے بھی ہیں جو کان لگا کر تمہیں سنتے ہیں، مگر ان کے دلوں پر ہم نے (اپنے قانون کے مطابق) پردے ڈال دیے ہیں کہ (جو کچھ سنتے ہیں)، اُسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں کو بہرا کر دیا ہے (کہ سن کر بھی نہ سنیں)۔ یہ اگر ہر قسم کی نشانیاں دیکھ لیں، پھر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں تک کہ

اپنے جرم کا انکار کر کے اُس کی پاداش سے بچنے کی کوشش کریں۔

۲۹ قرآن کے دوسرے مقامات میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مشرکین اُس روز اپنے شرک کا اقرار کر لیں گے۔ یہاں انکار کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پریشان ہو کر کسی مرحلے میں انکار کریں گے اور کسی میں بالآخر ماننے پر مجبور ہو جائیں گے، بلکہ اپنے شرک کو پکارتیں گے بھی کہ جو صورت حال درپیش ہوگئی ہے، شاید اُس سے نکلنے کی کوئی راہ پیدا ہو سکے۔

۳۰ اس میں یہ لطیف تعریض بھی ہے کہ دنیا میں خدا کے بارے میں جھوٹی گواہی دیتے رہے اور یہاں اپنے اوپر جھوٹ گھڑ رہے ہیں۔

۳۱ یعنی اپنے اُس قانون کے مطابق جو قرآن میں جگہ جگہ بیان ہوا ہے۔ وہ قانون یہ ہے کہ جب کوئی شخص حق کے مقابلے میں سرکشی اختیار کرتا اور جانتے بوجھتے اُسے ماننے سے انکار کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسے مہلت ملتی ہے۔ پھر اس مہلت سے وہ اگر فائدہ اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہوتا تو اُس کے دل و دماغ کو دعوت حق کے لیے بند کر دیا جاتا ہے۔ یہ خدا کا عذاب ہے جس سے وہ اپنی شامت اعمال کے نتیجے میں مرنے سے پہلے ہی دوچار ہو جاتا ہے۔ اس قانون کی وضاحت کے لیے دیکھیے: سورہ نساء (۴) آیت ۱۵۵، اعراف (۷) آیات ۱۰۰-۱۰۲، نحل (۱۶) آیات ۱۰۶-۱۰۸ اور صف (۶۱) آیت ۵۔

۳۲ یہ محض مبالغے کا ایک اسلوب نہیں، بلکہ بیان حقیقت ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”..مطلب یہ ہے کہ ان کے ایمان نہ لانے کا سبب یہ نہیں ہے کہ ان کے سامنے عجائب اور کرشمے ظاہر نہیں

يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا اِنْ هَذَا اِلَّا اَسَاطِيرُ الْاَوَّلِينَ ﴿٢٥﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْعَوْنَ عَنْهُ وَاِنْ يُهْلِكُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ تَرَى اِذْ وَقَفُوا عَلٰى النَّارِ فَقَالُوا يَلَيْتَنَا نُرَدُّ وَا لَا نُكَذِّبُ بَايْتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَالَهُمْ مَا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٢٨﴾

تمہارے پاس حجت کرتے ہوئے آئیں گے تو یہ منکرین کہیں گے کہ یہ تو محض اگلوں کے افسانے ہیں۔^{۳۳} یہ اس سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی گریز کر جاتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اپنی ہی تباہی کا سامان کر رہے ہیں، مگر اس کا احساس نہیں کرتے۔ اگر تم اس وقت کو دیکھ سکتے، جب یہ دوزخ کے کنارے کھڑے کیے جائیں گے، پھر کہیں گے: کاش، ہاں واپس بھیج دیے جائیں کہ تصدیق کریں اور اپنے پروردگار کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں شامل ہوں۔ (ہرگز نہیں)، بلکہ وہ حقیقت ان کے لیے بے نقاب ہوگئی ہے جو اس سے پہلے چھپائے ہوئے تھے۔ اگر انہیں لوٹایا جائے تو وہی کریں گے جس سے روکے گئے تھے۔ یہ بالکل جھوٹے ہیں۔ ۲۸-۲۵

ہوئے۔ آخر یہ ساری کائنات، آسمان وزمین، سورج، چاند، دریا، پہاڑ، ابر، ہوا، رات، دن کیا ہیں؟ کیا یہ کرشمے اور عجائب نہیں ہیں؟ ساری کائنات کرشموں اور عجائب سے بھری پڑی ہے، لیکن جن کے پاس دیکھنے والی آنکھیں ہی نہ ہوں، ان کا کیا علاج؟ جس طرح ان سارے عجائب اور کرشموں سے ان کی آنکھیں بند ہیں، اگر اور کرشمے بھی ان کو دکھادیے جائیں، جب بھی یہ کوئی نہ کوئی بات بنا ہی لیں گے اور اپنی ہٹ پر جسے ہی رہیں گے۔“
(تدبر قرآن ۳/۳۳)

۳۳ یعنی قرآن جب عاد و ثمود، مدین، سبا، قوم لوط اور قوم فرعون کی تباہی کے واقعات سنا کر انہیں خبردار کرتا ہے تو اس سے عبرت حاصل کرنے کے بجائے بوکھلا کر کہتے ہیں کہ کچھ نہیں، یہ تو سچھی قوموں کے بے سرو پا افسانے ہیں جو معاذ اللہ، ایک سر پھرا سنا تا پھر رہا ہے۔

۳۴ اصل الفاظ ہیں: 'وَلَا نُكَذِّبُ'۔ یہ مضارع خفیف ہے، لیکن تمنیٰ کا جواب نہیں ہے۔ اس کا نصب دلیل ہے کہ تمنیٰ کا جواب یہاں اس کا معطوف علیہ ہے جو حذف کر دیا گیا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ تَرَى إِذْ
 وَقَفُوا عَلَى رَبِّهِمْ قَالَ أَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبَّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ
 بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٠﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ
 السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يَحْسِرْتُنَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيهَا وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ
 عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ إِلَّا سَاءَ مَا يَزُرُونَ ﴿٣١﴾ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهُوَ

کہتے ہیں کہ زندگی تو یہی دنیا کی زندگی ہے اور مرنے کے بعد ہم ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے۔ اگر تم
 اُس وقت کو دیکھ سکتے، جب یہ اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے کیے جائیں گے۔ وہ ان سے
 پوچھے گا: کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ جواب دیں گے: ہاں، ہمارے پروردگار کی قسم، یہ حقیقت ہے۔ وہ
 فرمائے گا: تو اپنے انکار کی پاداش میں اب چھو عذاب کا مزہ۔ یقیناً گھاٹے میں رہے وہ لوگ جنہوں
 نے اللہ سے (اس) ملاقات کو جھٹلایا۔ یہاں تک کہ جب وہ گھڑی آپہنچے گی تو کہیں گے: افسوس،
 ہماری اس کوتاہی پر جو اس معاملے میں ہم سے ہوئی ہے اور حال یہ ہوگا کہ اپنے بوجھ و اپنی پیٹھوں پر

”..بتنا کے جواب میں ’فَنَصَدُقْ‘ یا اس کے ہم معنی کسی لفظ کا آنا بالکل واضح تھا، اس وجہ سے اُس کو حذف کر دیا
 اور ’وَلَا نُكذِّبُ‘ میں جو حرف عطف ہے، اُس کے ذریعے سے محذوف کا پتا دے دیا۔ ’وَلَا نُكذِّبُ‘ کے اظہار
 میں جو بلاغت ہے، وہ یہ ہے کہ اس سے اُن کی حسرت کا بھی اظہار ہو رہا ہے اور اعتراف جرم کا بھی۔ یعنی آج تو یہ
 اکڑ رہے ہیں اور قرآن کو ایک داستان پارینہ قرار دے رہے ہیں، لیکن کل حسرت کریں گے کہ کاش، ہم پھر دنیا میں
 جائیں کہ اپنے رب کی آیات کی تصدیق کریں اور اُن کی تکذیب نہ کریں۔‘ (تدبر قرآن ۳۶/۳)

۳۵ اس لیے کہ ان کے جھٹلانے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ بات ان پر واضح نہیں ہوئی۔ یہ جان گئے تھے کہ خدا کے
 پیغمبر جو کچھ پیش کر رہے ہیں، وہ سراسر حق ہے۔ ان کی آنکھوں پر اُس وقت بھی دنیا کی محبت اور غرور و حسد کے
 جذبات میں پردے ڈال دیے تھے اور اب بھی لوٹا دیے جائیں تو یہی چیزیں حجاب بن کر قبول حق سے انہیں روک
 دیں گی۔

۳۶ قرآن مجید کے مکذبین کے بعد اب آگے مکذبین قیامت کا انجام بیان کیا جا رہا ہے جو مرنے کے بعد

وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٣٢﴾

اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل تماشا ہے۔ آخرت کا گھر، البتہ کہیں بہتر ہے اُن کے لیے جو تقویٰ اختیار کریں۔ کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ ۲۹-۳۲

اٹھائے جانے کو یا تو مانتے ہی نہیں تھے یا بعید از امکان کہہ کر گریز و فرار کے راستے نکال لیتے تھے۔

[باقی]